حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا دورۂ ایران

امام مسلم کے دیس خراسان (ایران) میں چند روز

(قسط نمبر ۸)

شیخین سے پریس اور میڈیا کے نمائندوں کا انٹرویو: دوران جلسہ پریس اور میڈیا کے نمائندوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا شیر علی شاہ صاحب کے انٹرویو کئے۔ ان کے سوالات زیادہ تر اس جلسے سے متعلق تاثرات' جامعہ ہذا کے بانی مولانا سعید فاضلی مرحوم کی خدمات اور اس جلسے کے نتائج واثرات پر مبنی تھے۔

مولانا عبدالمجید مرادزھی کی بندش اور واپسی: جلسے ہی میں مجھے ایک صاحب نے موبائل فون تھماتے ہوئے بتایا کہ مولانا عبدالمجید مرادزہی خاشی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ موصوف جو گزشتہ برس پاکستان آنے کے موقع پر دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے۔ ایران میں دینی کتابوں کے ایک بڑے اشاعتی ادارے ''انتشارات فاروق اعظم'' کے سربراہ اور دارالعلوم زاہدان کے مدرس ہیں۔ آپ نے کچھ عرصہ قبل کتب خانہ دارالعلوم واساتذہ کرام کے لئے اپنے مکتبہ کے گرانقدر کثیر درسی وغیر درسی کتب بھی ارسال فرمائی تھیں۔ میں نے ان سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس جلسے میں خصوصی طور پر شیخین کی ملاقات اور شیخ الاسلام حضرت مولانا عبدالحمید مدظلہ مہتمم دارالعلوم زاہدان کا خصوصی پیغام دعوت پہنچانے کے لئے آئے تھے۔ میرے ہمراہ وفد میں دارالعلوم زاہدان سے دیگر اساتذہ بھی آئے ہیں۔ راستے میں پولیس اور ایجنسیوں نے ہمیں روک دیا۔ تحقیق وتفتیش کے بعد وفد کے دیگر اراکین کو جلسے میں شرکت کیلئے چھوڑ دیا گیا۔ جبکہ مجھے بغیر کسی وجہ کے واپس زاہدان بھیج دیا۔ معلوم نہیں کہ انہیں کس غلط فہمی کی بنیاد پر روکا گیا' بہرحال انہوں نے بتایا کہ مولانا عبدالحمید کی خواہش ہے کہ اس جلسے کے بعد دونوں اکابر زاہدان آئیں۔ میں نے ان کی دعوت پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا کہ یقیناً یہ ہمارے لئے بڑی سعادت ہوتی لیکن پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہمیں آج رات کی فلائٹ سے واپس پاکستان جانا ہے۔ یہاں شہر خواف وغیرہ کے علماء کا بھی یہی اصرار ہے کہ ہم چند دن کیلئے رک جائیں۔ لیکن دیگر مصروفیات اور دورۂ حدیث کے ایک ہزار طلباء کے اسباق کے ناغے کی وجہ سے ہمیں واپس پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہاں کی مصروفیات آڑے نہ آتیں تو ضرور آپ حضرات کی دعوت

پر لبیک کہتے ۔دوبارہ کسی موقع پر اگر زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ اس کا جبیرہ ادا کرینگے ۔اس سفر میں ہمیں زاہدان جانے کا اتفاق تو نہ ہوسکا البتہ گزشتہ سفر ایران کے دوران دو دن کیلئے مولانا عبدالحمید کی دعوت پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی زیر قیادت ایک وفد جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان اور احقر بھی شامل تھا، جانا ہوا تھا۔

سرکردہ علماء کرام واہم شخصیات سے ملاقاتیں: جامعۃ الاحناف کے اس جلسہ دستار بندی کی مختلف نشستوں میں ایران کے جن مقتدر علماء کرام مشائخ عظام اور اہم شخصیات سے ہماری ملاقاتیں اور نشستیں ہوئیں ۔ان کی تعداد تو درجنوں ہیں تاہم جن کے نام اور مسؤلیت یاد ہیں ان میں چند ایک یہ ہیں: حضرت مولانا غلام احمد علبیائی ۔یہ بزرگ و معمر عالم دین مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے قدیم فضلاء میں سے ہیں ۔اس وقت موصوف کے زیر اہتمام مدرسہ علمیہ انوار العلوم خیر آباد، جہاں پانچ سو طلباء و طالبات پڑھ رہے ہیں چل رہا ہے ۔مولانا حبیب الرحمٰن مظہری، ان کے والد مولانا شمس الدین دار العلوم دیوبند کے فضلاء میں سے تھے ۔یہ خود جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فارغ التحصیل ہیں ۔خواف میں حوزہ علمیہ احناف کے نام سے ایک دینی مدرسے کے مہتمم کی حیثیت سے امور دینیہ سرانجام دے رہے ہیں ۔مولانا عبدالرحیم خواجہ اسماعیلی، جامعہ فاروقیہ کراچی کے فاضل اور مدرسۃ الامام ابوحنیفہ کاریز کے مدیر ہیں ۔ان کے مدرسے میں پانچ چھ درجن طلباء دینی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف عمل ہیں ۔شیخ شرف الدین جامی الاحمدی، خانقاہ شیخ احمد جامؒ کے نگران و متولی اور اسی کے ساتھ ملحق مدرسہ احمدیہ کے مہتمم ہیں ۔جن کے ہاں حاضری کا ذکر شہر تربت جام کے ضمن میں تفصیلاً آچکا ہے ۔شیخ علی احمدی، تربت جام میں مدرسہ صدیقیہ چلا رہے ہیں ۔شیخ مصطفیٰ اربابی، مدرسہ اعظمیہ کے نام سے ادارہ تربت جام ہی میں چلا رہے ہیں ۔مولانا عبدالرحمان محبی، دار العلوم زاہدان کے فاضل و مدرس ہیں ۔مولانا عبداللہ مؤحدی خواف کے دار العلوم احناف کے صدر المدرسین کے فرائض انجام دے رہے ہیں ۔مولانا عبدالباقی حوزہ علمیہ خیر آباد میں تدریس کر رہے ہیں ۔مولانا حفیظ اللہ طاہری، مدرسہ تعلیم القرآن نشتیفان میں بحیثیت مدرس دینی خدمت میں مصروف ہیں ۔مولانا عبدالواحد، انوار العلوم خیر آباد کے مدرس، مولانا نور اللہ فرقانی، سربراہ دار العلوم اسلامی خلیل آباد ۔مولانا محمد اسحاق مدنی، فارغ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ۔جو ایران میں اہل سنت کے امور کے سرکاری مشیر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں ۔انہوں نے جلسے میں پُر مغز اور مدلل تقریر بھی کی ۔ڈاکٹر بی آزار شیرازی، شیعہ سکالر اور تقریب مذاہب اسلامی یونیورسٹی کے رئیس ہیں ۔ان دونوں بزرگوں سے ہمارا دیرینہ تعارف ہے ۔اور وہ پاکستان آمد کے موقع پر دار العلوم حقانیہ آچکے ہیں ۔ جناب رضائی صاحب شیعہ سکالر مدیر حوزہ علمیہ مشہد، انجینئر محمد رضا سجادیان، ڈاکٹر احمد خاص احمدی، یہ دونوں ایران کے پارلیمنٹ میں اہل سنت کے نمائندے ہیں ۔ثانی الذکر نے جلسے میں تقریر بھی کی ۔مولانا عبدالجبار حقانی فاضل حقانیہ، مدرس دار العلوم تعلیم القرآن والسنہ شورک، مولانا رحم الدین حقانی فاضل حقانیہ، مدرس مدرسہ شورک۔

ختم بخاری شریف: پونے ایک بجے حضرت مولانا شیر علی شاہ دامت برکاتہم کو ختم بخاری شریف کے لئے اسٹیج پر بلایا گیا، حاضرین نے نعرہائے تکبیر کے ساتھ ان کا والہانہ استقبال کیا۔ بخاری شریف کی آخری حدیث کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم۔ پڑھنے کے بعد تمام حاضرین نے اتباع کرتے ہوئے ان کلمات کو ترنم اور خوش الحانی سے پڑھا۔ شیخ صاحب کی ترجمانی کے لئے بھی سٹیج پر ایک عالم دین آیا۔ لیکن انہوں نے خود فصیح فارسی میں درس دینا شروع کیا۔ جس کی بدولت ترجمان کی ضرورت پیش نہ آئی۔ موقع ومحل کے اعتبار سے ان کا درس مختصر علمی وتحقیقی تشریح اور عصر حاضر کے مسائل پر مبنی تھی۔ افسوس کہ قلمبند نہ ہوسکی۔ آخر میں جلسے کے انعقاد اور کامیابی پر منتظمین کو مبارکباد دی اور شکریہ ادا کیا۔

دستار بندی: دستار بندی جو اس جلسے کا اہم جز تھا۔ سوا ایک بجے شروع ہوئی۔ جامعۃ الاحناف کے مہتمم اساتذہ کرام شیخین، دامت برکاتہم مولانا صاحب حسین اور احقر کو اسٹیج پر رسم دستار بندی کی ادائیگی کے لئے بلایا گیا۔ اسٹیج سیکرٹری ہر ایک فارغ وفاضل کا نام بمعہ ولدیت وعلاقہ ومختصر تعارف کروا کر بلاتا، فضلاء ترتیب سے آتے اور ان کے سروں پر عمامہ باندھ دیا جاتا اور پھر ہر ایک استاد اس کے سر پر تبرک کا ہاتھ پھیرتا۔ فضلاء کی پیشانیوں اور چہروں پر عجیب نورانی کیفیت وخوشی عیاں تھی۔ مغرب وامریکہ کے لئے یہی فارغ التحصیل فضلاء وعلماء ایٹم بم سے کم نہیں۔ تقریباً سو افراد کی دستار بندی عمل میں لائی گئی۔

مشہد کی طرف واپسی اور ایرانی سوغات کی خریداری: ادائیگی نماز سے فراغت پر ہم اپنی اقامت گاہ کی طرف لوٹے۔ جہاں ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ تقریباً ڈھائی بجے ہم اپنا رخت سفر گاڑیوں میں رکھ کر مشہد کی طرف روانہ ہوئے۔ تائیباد اور مشہد کی طویل مسافت ہم نے نہایت سرعت رفتاری سے طے کی۔ پانچ بجے ہم مشہد پہنچے۔ مشہد میں ایک بڑے جنرل سٹور پر ہماری گاڑیاں رکیں۔ جہاں ہم نے ایرانی سوغات کی خریداری کی۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب اس سفر میں ایرانی زیتون کا بار بار تذکرہ فرماتے تھے۔ ہم نے کئی مقامات پر پوچھا لیکن کہیں بھی نہ مل سکا۔ اس سٹور پر بھی معلوم کیا لیکن یہاں پر دستیاب نہ تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے مزاحاً مجھ سے کہا کہ اس سفرنامہ کا نام سفرنامہ زیتونیہ رکھ دو۔ یہاں مختلف قسم کی ایرانی ادویات کی خریداری مولانا شیر علی شاہ صاحب نے کی۔ انہوں نے کہا کہ ایرانی ادویات نہایت کارآمد اور خالص ہوتی ہیں۔ احقر نے یہاں مچھلی جو کہ ٹن پیک میں تھی، زیتون، ایک خاص قسم کی جنگلی گھاس اور مہندی کے عنصر سے بنائے گئے شیمپوؤں، ایرانی کریم، ویسلین، ایرانی خشک میوہ، پستہ، گز، خالص دودھ اور پستہ سے بنائی گئی ایرانی ٹافیوں کی خریداری کی۔ فراغت پر ہم ایئرپورٹ کی طرف نکل پڑے۔

ایران کی دو نمایاں خصوصیات: چلتے چلتے ایران کی دو خصوصیات جو میں نے دیکھیں وہ یہ ہیں کہ یہاں کے پریس

اور میڈیا میں فحاشی وعریانیت اور مغربی تہذیب وتمدن کا وہ سیلاب جو ہمارے نوجوانوں کو تباہی کے دہانے کی طرف دھکیل رہی ہے، نہیں ہے۔ دوسری بڑی بات یہاں پر عورتوں کا حجاب نظر آیا۔ آج کل تو بے حجابی اور بننا سنورنا ہی تہذیب کہلاتا ہے۔ لیکن یہاں ہر عورت بڑے بڑے برقعوں میں ملبوس نظر آئی۔ یہ علیحدہ بحث ہے کہ ایران میں چہروں کے پردے سے صرف نظر ہے۔ انکی نظر میں چہرہ کا ستر پردہ میں شامل نہیں ہے۔ حالانکہ چہرہ ہی سب سے بڑا فتنہ ہے۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا کہ ؎ دل کی نہیں تقصیر مگر آنکھ ہے ظالم وہ جا کے نہ لڑتی تو یہ گرفتار نہ ہوتا

بحرین روانگی: شام چھ بجے ہم ائیر پورٹ پہنچے۔ شیخین کو لاؤنج میں بٹھا کر میں ان کی ٹکٹیں اور پاسپورٹ لے کر بورڈنگ کارڈ لینے گلف ائیر کے کاؤنٹر پر گیا۔ کاؤنٹر پر موجود آفیسر سے میں نے درخواست کی کہ میرے ساتھ بڑے علماء وسکالرز ہیں۔ ان کیلئے آگے کی اچھی سیٹیں دیں۔ اس نے دھیمے لہجے میں کہا کہ آپ کو پہلے سے ہمیں اطلاع دینی چاہیے تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ ہماری ساتھ ایرانی وزارت خارجہ کے افسران کی ڈیوٹی تھی، انہیں میں نے کل سے بتایا تھا کہ ائیرپورٹ حکام کو مطلع فرمائیے۔ افسوس کہ انہوں نے اپنے فرائض سے غفلت برتی۔ ہمیں G-F 321 پر 26-A-B-C-D کی نشستیں دی گئیں۔ اب ہم نے مولانا ابراہیم فاضلی اور انکے بیٹے اور دیگر میزبانوں سے رخصت لی۔ یہیں لاؤنج میں ہم نے مغرب کی نماز ادا کی۔ تقریباً پونے سات بجے ہمیں جہاز پر لے جایا گیا، سات دس پر فلائٹ روانہ ہوئی۔ ڈھائی گھنٹے کے سفر کے بعد بحرین ائیر پورٹ پر مقامی وقت کے مطابق سوا دس بجے ہم اترے۔ بحرین ائیر پورٹ کے گراؤنڈ فلور پر اگلی فلائٹ کیلئے میں نے بورڈنگ پاس حاصل کئے اور پھر ہم اوپر لاؤنج کی طرف گئے، تھوڑی دیر بعد اعلان ہوا کہ فلائٹ میں آدھ گھنٹہ کی تاخیر ہو گی۔ اس دوران ہم نے نماز عشاء سے فراغت پائی۔

اسلام آباد کی طرف: سوا گیارہ بجے ہمیں طیارہ پر لے جایا گیا۔ جہاز پر چڑھتے ہوئے معلوم ہوا کہ یہ گلف ائیر کا اپنا جہاز نہیں۔ شاید اسے کسی دوسرے ملک سے اجرت پر لیا گیا تھا۔ یہ جہاز بہت بڑا دیوہیکل تھا۔ اس کے ایک رو میں بارہ افراد بیٹھ سکتے تھے۔ جب تمام مسافر جہاز پر چڑھ گئے تو پیچھے کچھ مسافروں نے شور وواویلا شروع کیا۔ کہ جہاز کی چھت سے پانی ٹپک رہا ہے۔ فلائٹ حکام نے اس کا نوٹس لیا لیکن ان کی کوششیں سودمند ثابت نہ ہوئیں۔ آخر چھت کے نیچے نشستوں کو خالی کیا گیا۔ فلائٹ تیار ہونے کے باوجود کافی دیر تک روانہ نہ ہوئی تو مسافروں نے بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے روانہ ہونے کی صدائیں شروع کیں۔ ساڑھے بارہ بجے جہاز روانہ ہوا۔

جہاز کی خرابی، بحرین واپسی اور گلف ائیر کا انسانی جانوں سے کھیلنا: گھنٹہ بھر سفر طے کرنے کے بعد جب جہاز کے اکثر مسافر نیند کی دنیا میں پہنچ چکے تھے میں نے دیکھا کہ فلائٹ کا عملہ کبھی آگے، کبھی پیچھے پریشانی کے عالم میں آ جا رہا ہے، اک ہلچل سی ان میں مچ گئی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ لیکن انہوں نے جواب دینے سے اعراض کیا۔ آخر میرے اصرار پر فلائٹ اٹینڈنس نے بتایا کہ جہاز میں تھوڑی سی فنی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔

تھوڑی دیر بعد جہاز کی وائبریشن بھی بڑھ گئی۔ جس کی بدولت سب مسافر خواب سے بیدار ہو گئے۔ ہر ایک مسافر کے چہرے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔ آخر فلائٹ حکام نے فیصلہ کیا کہ واپس بحرین کی طرف لوٹیں۔ میں نے فلائٹ حکام کے پاس جا کر بات کی کہ ایک گھنٹہ تک واپس سفر کرنا خطرناک ہے۔ مناسب یہی ہے کہ کہیں قریبی ائرپورٹ پر جہاز کو اتاریں۔ لیکن انہوں نے مختلف حیلے بہانے کرتے ہوئے اسے ناممکن بتایا۔ میں نے ان پر زور دیا کہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق ہنگامی لینڈنگ تو کہیں بھی کسی بھی ایئرپورٹ پر ہو سکتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اگر ہم کہیں اترے تو ان سینکڑوں مسافرین کو کہاں رکھیں گے۔ اب میں سمجھا کہ جہاز کے لینڈ کا مسئلہ نہ تھا بلکہ گلف ایئر کے مفادات کا مسئلہ تھا۔ کسی بھی ایئرپورٹ پر گران مسافروں کیلئے ہوٹل اور کھانے پینے کا بندوبست گلف ایئر کی جیب پر تھا۔ تمام مسافر گلف ائیر کے اس ناروا سلوک پر غضبناک و نالاں تھے۔ آخر خدا خدا کر کے ہم بحرین ایئرپورٹ پر واپس اترے۔ ایئرپورٹ پر اتر کر میں نے گلف ایئر کے فیلڈ سربراہ کے بارے میں پوچھا۔ مجھے بتایا گیا کہ ان کا نام یوسف ہے اور وہ سامنے کاونٹر پر کھڑا ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے علیک سلیک کے بعد کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے سینکڑوں افراد کی جانوں سے کھیلا ہے۔ جہاز پہلے سے خراب تھا تو اسے روانہ کیوں کیا گیا؟ بین الاقوامی قوانین کے تحت ہم آپ پر انسانی جانوں کے ساتھ کھیلنے کا مقدمہ کر سکتے ہیں۔ جہاز اگر بیچ میں خراب ہوا تو پھر اسے قریبی ئرپورٹ پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ تا کہ گلف ایئر کا خرچہ نہ ہو؟ اور انسانی جانیں اگر ضائع ہو جائیں تو کوئی بات نہیں؟ میرے ان سوالات اور جذبات کو دیکھ کر وہ دب سا گیا۔ اور گلف ائر کی صفائی پیش کرنے لگا۔ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا کہ آپ کو معذرت کرنی چاہیے بجائے اس کے آپ ان کے حق میں بول رہے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس جہاز پر پاکستان کے بڑے علماء وسکالرز اور سیاسی شخصیات سوار تھیں۔ جن کے تعلقات عرب سربراہوں کے ساتھ ڈائریکٹ ہیں۔ میری اس گفتگو پر اب وہ نرم پڑ گیا اور مجھے بتایا کہ آپ اپنے پاسپورٹ دیجئے تا کہ ہم فوری طور پر آپ کی امیگریشن کر کے بحرین کے ہوٹل میں آرام کے لئے بھیجیں۔ حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اس موقع پر مسافروں کی طرف سے میری وکالت کی تحسین کرتے ہوئے مجھے داد دی اور فرمایا کہ جب ہم بھی جواں تھے تو اسی طرح کے مواقع پر آگے بڑھتے اور اظہار حق کرتے۔ جس کے بہترین نتائج نکلتے۔ اب وہ زور و قوت نہ رہی' آپ جیسے نوجوانوں کو یہ رنگ بھی دکھلانا چاہیے۔ میری گفتگو کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے ہم تمام مسافرین کو ایئرپورٹ سے فوری طور پر نکالنے اور آرام کے لئے بحرین میں واقع فائیو سٹار ہوٹل بھیجنے کا بندوبست کیا۔ رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے جب ہم ایک ویگن میں بیٹھے' بحرین کے دارالحکومت منامہ کے جدید ترقیافتہ روشنیوں کے شہر میں داخل ہوئے۔ نئے طرز کے خوبصورت شہر کی منصوبہ بندی کمال ذہانت سے کی گئی۔ رات کے آخری پہر بھی اس شہر میں ٹریفک کی وہ افراط ہے کہ سڑک کا کوئی حصہ گاڑیوں سے خالی نظر نہیں آیا۔ بحرین کا صحرائی علاقہ کسی زمانہ میں

ویران اور غیر آباد بھی تھا۔ایک دور اس پر گھاس پھوس سے بنے ہوئے مکانات کا گزرا لیکن اب قدیم آبادی اور جھونپڑیوں کا تصور محال ہے۔اب اس کی جگہ فلک بوس درجنوں منزلہ عمارتوں نے لے لی۔ ہر عمارت کی ہیئت وشان اور جدت دوسرے سے نرالی ہے۔یہ ریگستانی ریاست اور بددوں کی سرزمین آج جدید تعمیرات کے مقابلہ کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے۔رسول اقدس ﷺ نے علامات قیامت جو بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ کہ تم دیکھو گے کہ چرواہے و برہنے و ننگے پیر والے (غریب و مالی اعتبار سے کمزور لوگ) تعمیرات کی مقابلہ بازی میں ایک دوسرے سے دوڑ میں لگے ہوں گے۔بطور اتم یہاں صادق آتی ہے۔

<u>بحرین کی تاریخ پر ایک نظر:</u> آیئے بحرین کے بارے میں کچھ جانیں۔خلیج فارس میں واقع یہ ریاست جو جزیرہ نمائے قطر اور سعودی عرب کے درمیان واقع ہے اس کا مجموعی رقبہ 620 مربع کلومیٹر ہے۔زمانہ قبل اسلام اور ابتدائے اسلام میں اس کا اطلاق مشرقی عرب پر ہوتا تھا۔آگے چل کر یہ نام محض اس مجمع الجزائر کیلئے مخصوص ہوگیا جو ساحل سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔سب سے بڑا جزیرہ جو کہ عربی کے قدیم ماخذ میں اُوال یا اَوال لکھا جاتا آج کل البحرین کہلاتا ہے۔اس کا دارالحکومت 'المنامہ' جو شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ جہاں ہم اس وقت موجود ہیں۔اس کے دوسرے جزیرے سترہ' النبیہ صالح' ام الصبان' جدا 'ام نعسان ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا گرم مرطوب ہے۔ارضیاتی نقطہ نظر سے بحرین کی شکل لمبوترے کوہانی قبّے کی سی ہے۔تیل نکالنے کا کام یہاں بحرین پیٹرولیم کمپنی کے ہاتھ میں ہے جو کہ امریکی سرمایہ داروں کی ملکیت ہے۔تیل سے قبل یہاں کی بڑی صنعت صدف گیری تھی۔ساحل پر سینکڑوں کشتیاں کسی زمانے میں اس سلسلے میں مصروف رہتی تھی۔درآمد برآمد کو فروغ دینے کیلئے یہاں ایک آزاد بندرگاہ ۱۹۵۸ء سے کھولی گئی۔ یہاں کی آبادی میں ایرانی ہندوستانی' پاکستانی' نیز یورپین اور امریکی شامل ہیں۔۵۷ فیصد آبادی شیعوں پر مشتمل ہے۔نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں یہاں کی آبادی میں زیادہ تعداد بنوعدنان کے قبیلے عبدالقیس کی تھی۔اردشیر اول کے زمانہ سے البحرین میں ساسانیوں کے عمل دخل کا آغاز ہوا۔جب نبی کریم ﷺ نے حضرت العلاء بن الحضرمیؓ کو مشرق کی طرف مہم پر بھیجا تو یہاں ایک ایرانی مرزبانؓ حاکم تھا۔زمانہ ردۃ میں جب یہاں کے حکمران نے خلافت کی اطاعت سے سرتابی کی تو بنوعبدالقیس کے بہت سے افراد حضرت جارودؓ کی زیر قیادت اسلام پر ثابت قدم رہے۔پہلی صدی ہجری میں یہاں خارجیوں نے نجدۃ بن عامر اور ابوفُدیک کی زیر قیادت اپنے اقتدار کا ایک مرکز قائم کیا۔دوسری صدی میں یہاں عباسی حکومت قائم ہوئی۔قرامطہ کو بھی بحرین کی بدوی اور شہری دونوں طرح کی آبادی میں پیروکار ملے گئے تھے۔۳۱۷ھ بمطابق ۹۳۰ء میں حجرِ اسود مکہ معظمہ سے بحرین لایا گیا۔یہاں وہ بیس سال تک پڑا رہا۔ایک زمانے بعد قرامطہ پر زوال آیا اور انہیں شکست ہوئی۔ جزائر البحرین پر اوائل عہد ہی میں بنی عیون کی حکومت قائم ہوگئی. ۶۳۳ھ میں البحرین اور القطیف پر فارس کے سلغریٔ اتابک ابوبکر بن سعد کی فوج نے قبضہ کرلیا۔بعد میں یہ ۶۵۱ھ

میں آزاد اور خود مختار بنا۔ ۷۳۰ھ کے قریب ہرمز کے حکمران تہم تم ثانی نے جزیرہ قیس اور بحرین دونوں کو اپنی مملکت میں شامل کیا۔ اس کے پندرہ سال بعد ہرمز کا فرمانروا توران شاہ خود بحرین آیا' موجودہ دارالحکومت المنامہ کا ذکر پہلی مرتبہ اسی زمانہ میں ملتا ہے۔ نویں صدی ہجری کے وسط میں عامر ربیعہ میں ایک نیا فرمانروا خاندانِ جبریہ پیدا ہوا۔ اجود بن زامل اس کا ممتاز ترین شیخ تھا۔ اس نے بحرین کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اس کے دورِ حکومت میں بحرین کی شہرت مصر اور پرتگال جیسے دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی۔ 920ھ میں پرتگالی حکومت قائم ہوئی۔ گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں شاہِ عباس اول کے عہد میں ایرانیوں نے بحرین کو اپنے تسلط میں لیا۔ اور تقریباً ڈیڑھ سو سال تک قابض رہے۔ ۱۱۵۷ھ میں احمد بن خلیفہ جو کہ بنو عتبہ یعنی ان عربوں میں سے تھا جو ترکِ وطن کر کے پہلے نجد سے کویت اور پھر قطر نقل مکانی کر گئے تھے یہاں آیا اور اپنا تسلط قائم کر کے خاندان خلیفہ کی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ جو آج تک قائم ہے۔ بحرین کی آبادی ساڑھے چھ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ موجودہ بحرین میں دنیا کی سب سے بڑی آئل ریفائنری قائم ہے۔ سعودی عرب کا خام تیل بھی یہیں صاف کرنے کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ انگریز دورِ حکومت میں بحرین برطانیہ کے زیر اثر رہا۔ آج کل امریکہ کے زیر اثر ہے۔

<u>بحرین میں اقامت:</u> رات کے آخری پہر چار بجے ہم بحرین کے الائیٹ سوئٹس نامی ہوٹل پہنچے۔ ہوٹل کی آٹھویں منزل پر ہمیں دو کمرے دیئے گئے۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد آرام کیلئے لیٹے۔ دس بجے میں اور صاحب حسین ہوٹل سے باہر پیدل بحرین کا نظارہ دیکھنے کیلئے نکلے۔ دور دور ہر طرف بلند و بالا دیوہیکل قسما قسم عمارتوں کے مینار نظر آرہے تھے۔ جدید طرز تعمیر کا جو کمال و مہارت بحرین میں ہم نے ملاحظہ کیا وہ بہت کم ترقی پذیر ممالک میں پایا جاتا ہے۔ وقت کی کمی کے باعث ہم بحرین کی تفصیلی سیر و سیاحت سے قاصر رہے۔ مولانا شیر علی شاہ نے فرمایا کہ قیاس بھی کوئی چیز ہوتی ہے' اسی سے کام لیا کرو۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ساڑھے دس بجے ہم نے ناشتہ وغیرہ سے فراغت پائی۔ سوا گیارہ بجے اسی ہوٹل کی وین ہمیں ایئر پورٹ لے جانے کیلئے پہنچی۔ اور اس طرح ہم دوبارہ منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ دن کی روشنی میں بحرین کا بیشتر علاقہ نظروں سے گاڑی میں گزرتے ہوئے دیکھا۔ بازار وغیرہ تاحال بند تھے۔ پونے بارہ بجے ہم ائرپورٹ پہنچے۔ ہماری اسلام آباد کی فلائٹ یہاں سے ایک بجے تھی۔ خراب ہونے والے جہاز اور موجودہ جہاز کے درمیان سولہ گھنٹے کی تاخیر رہی۔ بحرین کے مقامی وقت کے مطابق ایک بج کر دس منٹ پر طیارہ روانہ ہوا۔ اسلام آباد ائیر پورٹ پر پونے چھ بجے لینڈ کیا۔ اس طرح ہم اس طویل صبر آزما اور کٹھن سفر سے بخیر و عافیت وطن واپس پہنچ گئے۔ والحمدللہ علی ذلک۔ اس سفرنامہ میں گزشتہ سفر ایران کا جا بجا تذکرہ قارئین نے پڑھا ہوگا۔ سفر ایران کی مناسبت سے اس سفر کے تفصیلی حالات جسے پیش کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ آئندہ کی اقساط میں ان شاءاللہ نذر قارئین ہوگا۔